خطبۂ استقبالیہ

از

حکیم محمد کاظم - صدر مجلس استقبالیہ اجلاس پنجم

آل انڈیا یونانی طبّی کانفرنس

پرنسپل بنارس طبیہ کالج - ممبر بورڈ آف انڈین میڈیسن یو-پی

منعقدہ ۷، ۸، دسمبر ۱۹۶۱ء

بمقام ٹاؤن ہال بنارس



Hakim Mohd. Kazim

خطبہ استقبالیہ

یور اکسلنسی - صدر محترم و اطبائے کرام و ہمدردان فن!

آج میں بحیثیت خادم صدر مجلس استقبالیہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس ان مسیحا نفس مہمانوں کا خیر مقدم کرنے کھڑا ہوا ہوں جو ملک کے مختلف مقامات سے سفر کی تکلیفیں موسم سرما میں برداشت کر کے اس تاریخی شہر بنارس جسے آج کی دُنیا میں وارانسی کہتے ہیں جمع ہوئے ہیں۔

تاریخ بتاتی ہے کہ بنارس ہمیشہ سے علوم اور فنون کا مرکز اور فلسفۂ قدیم کا گہوارہ رہا ہے یہاں کون سا ایسا فن تھا جس کے ماہر اور عالم موجود نہ رہے ہوں جس طرح اس شہر نے گنگا اور جمنا کے بہتے ہوئے دھاروں کو اپنی آغوش میں جگہ دی بالکل اسی طرح اس نے ایوروید اور طب یونانی کو بھی اپنی آغوش میں پروان چڑھایا۔ اسی سرزمین پر ایسے ایسے ویدوں اور حکیموں نے جنم لئے کہ ان کی مثال ڈھونڈھنے سے بھی نہ ملے گی۔ آج بھی اس شہر میں بڑے بڑے ایسے وید اور حکیم موجود ہیں جن پر ہمارا فن فخر کر سکتا ہے۔

حضرات! میں آپ کی تشریف آوری سے اپنے دل میں جذبات مسرت کی ایسی برقی لہر محسوس کر رہا ہوں جس کی تشریح الفاظ کی شکل میں آپ کے سامنے پیش کرنے سے قاصر ہوں اور اس بات پر جتنا بھی فخر کروں کم ہے کہ اس وقت میری مخاطب وہ واجب الاحترام ہستیاں ہیں جو جالینوس - بوعلی سینا - اجمل اعظم کی نہ صرف نام لیوا بلکہ ان کے مشن کی حامل ہیں اور مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف عمل ہیں۔

حضرات! ان جذبات اور احساسات کے ساتھ ایک اور ایسی طاقت ہے جس نے

باوجود میری مصروفیات اور پریشانیوں کے مجھے آپ کے سامنے آنے کی ہمت دے دی ہے وہ زبردست طاقت اس شہر کے وہ عظیم المرتبت حکماء ہیں جو اگرچہ آج ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں لیکن ان کے روحانی تصرفات ہمارے لئے بڑا سہارا ہیں۔ ابھی کل کی بات ہے کہ حکیم محمد حسین خاں صاحب، حکیم مہر بخش صاحب، حکیم محسن علی صاحب اور والد مرحوم حکیم ابوعلی محمد جعفر صاحب اسی شہر میں مرجع خواص و عوام تھے اور جنھوں نے اپنے دورِ حیات میں اپنی فنی مہارت اور حذاقت کی بدولت حکمت و طبابت کے وہ چراغ جلائے کہ اُن کی شمع حیات کو گُل ہوئے اگرچہ مُدت گزر چکی ہے لیکن اب بھی اس کی روشنی باقی ہے۔ جس کا اعتراف ہمارے شہر کی مایۂ ناز ہستی سری پرکاش جی گورنر بمبئی نے موضع سردھنہ ضلع میرٹھ میں پراونشل طبی کانفرنس کی صدارت کرتے ہوئے کہا تھا۔ انھیں بزرگوں کے فیوض روحانی نے مجھے آج بحیثیت خادم مجلس استقبالیہ آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس آپ کے سامنے حاضر ہونے کا شرف بخشا ہے۔

حضرات! طب یونانی جس نازک دَور سے گزر رہی ہے وہ کسی نظر سے پوشیدہ نہیں ہے یہ خالص ہندوستانی اور مُلکی فن جو آج اس برّاعظم کے علاوہ کسی ایشیائی یا یورپین ملک میں موجود نہیں خود اپنے ہی ملک میں انتہائی افسوسناک حالات سے گزر رہا ہے۔ تمام قومی حکومتیں اپنے ملک کے علوم و فنون کو اپنا قیمتی سرمایہ سمجھتی ہیں لیکن یہاں مٹّی اور چونے سے بنے ہوئے آثارِ قدیمہ کا تحفظ ضروری سمجھا جاتا ہے مگر فن طب کو زندہ رہنے کا موقع نہیں دیا جاتا۔ آج یہ فن اپنے ملک میں آزاد جمہوریت کے اندر بے بسی اور بیکسی کے عالم میں ہے۔ مُلک کی آزادی کے بعد کامل یقین تھا کہ دوسری ملک کی چیزوں کی طرح طب کو بھی آزاد ہندوستان میں وہی مقام حاصل ہوگا جس کی وہ مستحق ہے لیکن افسوس ہے کہ ابھی تک اس سلسلہ میں امید کا چراغ جھلملاتا ہوا نظر آتا ہے۔ آزادی کے پچھلے پندرہ ۱۵ سال میں متعدد طبی ادارے ختم ہو گئے۔ میسور کا طبیہ کالج،

بھوپال کا آصفیہ کالج، لکھنؤ کے متعدد طبی ادارے توڑے جا چکے۔

مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم کا طبیہ کالج دہلی آخری سانسیں لے رہا ہے۔ نظامیہ طبیہ کالج حیدر آباد کے اسپتال کے بستروں کی تعداد کم کردی گئی۔ ہمارے صوبہ اُتر پردیش میں جو دو چار طبی ادارے باقی رہ گئے ہیں وہ بھی سرمایہ کی کمی اور حکومت کی بے التفاتی کی وجہ سے نہیں کہا جا سکتا کہ کب فنا ہو جائیں گے۔ یہ عجیب بات ہے کہ طبی اداروں سے معیار کی بلندی کی توقع تو کی جاتی ہے لیکن مالی امداد اور سرپرستی سے گریز کیا جاتا ہے۔ اسی طرح طبی شفاخانوں اور ڈسپنسریوں کا مسئلہ ہے باوجودیکہ ملک میں بلا اختلاف مذہب وملت بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو طبی علاج اور اس کی شفابخشی پر پورا اعتقاد رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ حکومت طبی شفاخانے زیادہ سے زیادہ تعداد میں کھولے اور ان کا انتظام اعلیٰ پیمانے پر کیا جائے لیکن افسوس ہے کہ حالات اس کے بالکل برعکس ہیں۔ جو قومی حکومت کے لئے کسی طرح شایان شان نہیں۔ ہر سال دیہاتوں میں اسپتال اور شفاخانے کھولے جاتے ہیں لیکن بدقسمتی سے ان میں کوئی طبی شفاخانہ نہیں کھلتا۔ بلکہ ایسے مقامات موجود ہیں جہاں کے باشندوں کی خواہش اور درخواستوں کے باوجود ان کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ آج دو سال ہوئے ہیں کہ موضع کنڈردن ضلع پرتاب گڈھ کے باشندوں کی خواہش اور میری اس درخواست کے باوجود کہ وہاں سرکاری یونانی اسپتال کے لئے مکان اور زمین مفت پیش کر رہا ہوں آج تک شفاخانہ نہ کھل سکا اور اس مسئلہ کو اب تک زیر غور ہی کہا جاتا ہے۔ پورے اُتر پردیش میں دو یونانی ڈسپنسریاں صرف ایسی ہیں جن میں چند بیڈس Beds کا انتظام کیا گیا ہے اور ان میں بھی ایک سابق ریاست کی مرہون کرم ہے۔ کون نہیں جانتا کہ اس صوبہ کے شہروں اور دیہاتوں میں اطباء غریب عوام کی خدمت کرنے میں مصروف ہیں اور لاکھوں انسانوں کی زندگی کی حفاظت اور بچاؤ اپنے قدیم فن کے ذریعہ کر رہے ہیں۔ کیا قومی

حکومت کا یہ فرض نہیں کہ عوام کی خاطر ملک کی بھلائی اور ملک اکی صحت کے مسئلہ کو حل کرنے کیلئے اس فن اور اس کے معالجین کو زیادہ سے زیادہ سہارا دے اور عوام کے مطالبہ کو تسلیم کرتے ہوئے جگہ جگہ طبی سرکاری شفاخانے کھولے جس میں مصارف کم اور افادیت زیادہ ہے۔

انتہائی افسوس کی بات ہے کہ تیسرا پلان شروع ہو رہا ہے مگر اس میں طب یونانی کا تذکرہ تک نہیں اس منصوبہ کو مرتب کرنے والوں نے ایک ایسی اہم چیز سے غفلت برتی ہے کہ جس کا قومی اور جمہوری حکومت میں تصور کرنا بھی مشکل ہے۔

حضرات! ہمارا مطالبہ ہونا چاہیے کہ پنجسالہ ترقیاتی پروگرام میں فن طب کو بھی اپنی بقا اور ترقی اور زمانے کے ساتھ آگے بڑھنے کے لئے اس کا حصہ دیا جائے یعنی منصوبہ بندی کے بجٹ میں اس کے لئے معقول رقم اور منصوبہ کو چلانے میں فن طب کے لائق افراد کی پوری نمایندگی ہونا ضروری ہے۔ وقت آگیا ہے کہ سرکاری فروگذاشت کا تدارک اتحاد عمل اور مضبوطی کردار سے کیا جائے۔ اور متفقہ اور متحدہ کوشش سے نظام حکومت میں شریک ہوکر فنِ طب کی بقا و ترقی اور ملک کے عوام کی صحت اور علاج کے مسئلہ کو حل کیا جائے۔ میری رائے ہے کہ لوکل باڈیز سے لے کر پارلیمنٹ تک اطبا کو اس غرض سے جانا چاہیئے کہ وہ مذکورہ بالا مقاصد حاصل کرسکیں۔ اور اطبا جو اپنا ایک مخصوص لیکن وسیع حلقۂ اثر رکھتے ہیں ملکی انتخابات میں وہ رُخ اختیار کریں جو ان کے فن اور طب یونانی کو آگے بڑھانے میں مدد دے سکے اگر ہم نے اس تجویز کو متفقہ طور پر طے کر کے عملی قدم اُٹھایا تو امید ہے کہ بہت سے اہم مسئلے حل ہو جائیں گے۔ آج کی دنیا میں مضبوط تنظیم اور پائدار قوت عمل کو دیکھا جاتا ہے صرف تجاویز پاس کرنے سے مسائل حل نہیں ہوتے۔ جمہوری حکومت کو یہ معلوم ہونا چاہیے کہ ہم اطبا بھی ملک کی ایک اہم اور ناقابل فراموش جماعت ہیں آزادی کی تاریخ میں ہمارا بھی ایک بڑا حصہ ہے اور ملک کے آزاد کرانے میں ہم نے بھی جدو جہد کی بڑی بڑی قربانیاں دی ہیں۔

ہم نے بھی خون سے سینچا ہے گلستانِ وطن — اس پہ شاہد ہے ابھی سرخیٔ ایوانِ وطن
یاد ہے یاد ہے وہ عہد وہ پیمانِ وطن — تم نے خود منہ سے کہا ہے ہمیں قربانِ وطن

ملک کی سینہ سپر ہو کے حفاظت کی ہے
ہم نے کرسیٔ صدارت پہ صدارت کی ہے

حکیم اجمل خاں مرحوم اور ان کے ساتھیوں نے ملک کی آزادی کے سلسلے میں جو خدمات انجام دی ہیں اور جو قربانیاں پیش کی ہیں وہ آزاد ہندوستان کی تاریخ میں ہمیشہ درخشاں رہیں گی - لہذا انصاف کا تقاضا ہے کہ ہمیں کسی جگہ بھی نظر انداز نہ کیا جائے لوکل باڈیز اور پارلیمنٹ میں اگر ہمارے نمائندے براہ راست نہ پہنچ سکیں تو حکومت کو چاہیے کہ بذریعہ نامزدگی ان کو موقع دے یا جس طرح دیگر اہل فن کے مخصوص حلقے بنائے گئے ہیں اسی طرح اطبار کی نمائندگی کے لئے بھی مخصوص حلقہ انتخاب مقرر کیا جائے -

حضرات! میری مخلصانہ استدعا ہے کہ آپ فن عزیز کی بقا کے لئے اپنے اندر نظم و اتحاد قائم کرنے کا فیصلہ کریں اور اپنا ہر اختلاف خواہ وہ کسی وجہ سے بھی ہو دور کر کے ولولہ اور عزم کے ساتھ قدم آگے بڑھائیں - پھر آپ دیکھیں کہ کامیابی کی منزل کیونکر آپ کے قدم چومتی ہے - اطبائے کرام انتہائی افسوس ہے کہ اجتماعی زندگی کا صحیح جذبہ ابھی تک ہم میں کم ہے اور زمانۂ قدیم کی طرح انفرادی مفاد ابھی تک ہمارے لئے زیادہ دلکش ہیں اس دور میں یہ نظامِ زندگی کامیاب نہیں ہو سکتا شہنشاہیت ختم ہو چکی ہے اور جمہوریت کا نظام چل رہا ہے تو یہ کیسے ممکن ہے کہ ہم جمہوری روایات کو اپنائے بغیر اپنے وجود کو باقی رکھ سکیں -

میری نہایت ادب سے گذارش ہے کہ جماعتی زندگی اختیار کیجئے اور اپنی مرکزی، صوبائی، اضلاعی جماعتوں کو مضبوط اور مستحکم بنائیے اسی میں سب کی ترقی اور بقا کا راز مضمر ہے - آزاد ملکوں میں قوم کا مزاج یہ ہوتا ہے کہ وہ خدا پر بھروسہ کرتے ہوئے

اپنی قوتوں اور صلاحیتوں کو عمل میں لاتے ہیں جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ عوام اور حکومت کی طرف سے بھی ان کی تائید ہوتی ہے۔

حضرات! یہ بات بھی عرض کرنا ضروری ہے کہ ہمارے اندر احساس کمتری روز بروز سائنس کی ترقیوں کے پیش نظر بڑھ رہا ہے اگر آج ہندوستان کے اطبار یہ فیصلہ کر لیں کہ دوسرے طریقۂ علاج کے معالجین کے مقابلے میں انھیں اپنے طریقۂ علاج سے جو خاموش کامیابی حاصل ہوتی ہے اُس کی نشر و اشاعت بھی اسی طرح کریں گے جیسے دوسرے کیا کرتے ہیں تو بلندی سے پستی کا مقابلہ بالاعلان کیا جا سکتا ہے۔ کیا یہ واقعہ نہیں ہے کہ آئے دن ہزاروں مریض اطبار کے ہاتھوں صحت یاب ہوتے ہیں جو دوسرے معالجین کی سند ناکامیابی حاصل ہونے کے بعد ہی ان کی طرف رجوع ہوتے ہیں۔

حضرات! میں آپ کا وقت عزیز زیادہ برباد کرنا نہیں چاہتا لیکن آج جبکہ ہندوستان کے تمام اطراف سے فن طب کے نام لیوا اور بزرگ اور احباب اس وقت اپنے مستقبل کے فیصلہ کے لئے ایک جگہ جمع ہوئے ہیں میں ذیل میں چند چیزوں کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرانا ضروری سمجھتا ہوں جن پر غور کرنا اور اُن کے لئے لائحۂ عمل بنانا میرے خیال میں ضروری ہے۔

۱- یہ طے شدہ بات ہے کہ طب کی بقا کا مسئلہ اُس کے تعلیمی اداروں کی بقا کے ساتھ وابستہ ہے لہٰذا یہ ضروری ہے کہ ہندوستان کے ہر اسٹیٹ میں طبی درسگاہیں موجود ہوں، اُتر پردیش میں جو طبی درسگاہیں اس وقت چل رہی ہیں اُن کو معیاری بنایا جائے اور جو کالج صرف دو سالہ کمپونڈر کورس چلا رہے ہیں اُن کو ترقی دے کر ڈگری کورس کے معیار پر لایا جائے اسی کے ساتھ یہ بھی ضروری ہے کہ ان تمام اداروں کا نظم و نسق قابل اطبار کے ہاتھوں میں رہے۔

کیونکہ فن اپنے ماہرین ہی کے ہاتھوں ترقی کرسکتا ہے۔

۲ - اہل علم حضرات کی خدمت میں ادب کے ساتھ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ نصاب تعلیم کے مسئلے میں غیر فنی حضرات کی خواہشات کی بناپر یا سطحی انداز فکر کے نتیجہ میں قدیم مضامین اور اپنے طب کے مایۂ ناز اصولوں کو نظر انداز کرنا یا اُن کی اہمیت کو کم کرنا علمی اور سیاسی دونوں نقطۂ نظر سے ایک بڑی خطرناک فروگذاشت ہوگی۔

۳ - اسٹیٹ فیکلٹی میں طب کی نمائندگی بہت محدود ہے یونیورسٹیوں کے عام اصول کی طرح پر ہر ادارہ کی نمایندگی ہونی چاہئے۔

۴ - طبّی ڈسپنسریاں معقول تعداد میں کافی ساز و سامان کے ساتھ قائم کی جائیں۔

۵ - اب بھی ایسے قابل اطبار کی کثیر تعداد موجود ہے جو رجسٹریشن سے محروم ہے جس کی طرف بورڈ آف انڈین میڈیسن نے بھی حکومت کو متعدد بار متوجہ کیا ہے ان کے لئے رجسٹریشن پھر سے جاری ہونا چاہئے۔

۶ - ہمیں بڑی خوشی ہے کہ ہمارے اُتر پردیش میں آیورویدک اور یونانی کا علیحدہ مستقل ڈائرکیٹ قائم ہوگیا ہے اور موجودہ ڈائرکٹر دیسی طریقہ علاج کے بہت ہمدرد اور قابل ولائق دیدہ ہیں لیکن ابھی تک یہ بہت بڑی کمی ہے کہ کوئی حکیم ڈپٹی ڈائرکٹر یا اسسٹنٹ ڈائرکٹر مقرر نہیں کیا گیا جس کے بغیر ڈائرکٹریٹ نامکمل ہے جس کا ہونا بھی ضروری اور قرین انصاف ہے۔

حضرات! مجھے امید ہے کہ آپ مذکورہ بالا تمام مسائل پر غور کریں گے۔ اور ہماری جمہوری حکومت بھی ان مسائل کو ہمارا جمہوری حق سمجھتے ہوئے نظر انداز نہ کرے گی میں ہز اکسلنسی گورنر صاحب بہادر اُتر پردیش اور ہز ہائینس مہاراجہ صاحب بہادر بنارس اور مہاراجکمار آف وجیانگرم اور صدر محترم محسن طب حکیم عبدالحمید صاحب دہلوی

صدر آل انڈیا یونانی طبی کانفرنس اور آپ تمام حضرات کا سچے دل سے خیر مقدم کرتا ہوں اور خوش آمدید کہتے ہوئے رخصت کی اجازت چاہتا ہوں اور استدعا کرتا ہوں کہ صدر محترم اپنا خطبہ صدارت ارشاد فرمائیں مجلس استقبالیہ کی طرف سے اگر کوئی کوتاہی سرزد ہوئی ہو تو میں آپ تمام حضرات سے معذرت خواہ ہوں ۔

خیراتی یونانی اسپتال

حکیم محمد جعفر روڈ بنارس

کا

دروازہ غریبوں کے لئے ہر وقت کھلا رہتا ہے

اس اسپتال میں امراضِ چشم کے علاج کے لئے ایک مخصوص
شعبہ ہے جس میں آنکھوں کے کامیاب آپریشن بھی
ہر سال موسم سرما میں کئے جاتے ہیں

بنارس طبیہ کالج

جس میں

فی الحال دو سالہ کورس (اسسٹنٹ حکیم) کی تعلیم دی جاتی ہے
یہ آپ کے مشرقی اضلاع میں
واحد طبی ادارہ ہے